اسلام میں انسانی جان کی حرمت واہمیت

حافظ حبیب الرحمٰن

(تیسری قسط)

جس محلہ سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی ہو اور مقتول کے جسم پر ایسے آثار موجود ہوں جن سے یہ ثابت ہو رہا ہو کہ یہ طبعی موت نہیں مرا، تو ایسی صورت میں اہل محلہ سے بیان حلفی لیا جاتا ہے۔ اگر اصل قاتل کی نشان دہی ہو جائے اور قتل کا ثبوت مل جائے تو اس سے قصاص یا دیت لی جاتی ہے۔ اگر قاتل کی نشان دہی نہ ہو سکے تو مقتول کی دیت اہل محلہ سے وصول کی جاتی ہے۔

سبب:

اگر اہل محلہ سے کوئی بھی قاتل نہیں ہے تب بھی ان سے دیت وصول کی جاتی ہے، کیونکہ تمام اہل محلہ اس لحاظ سے قصور وار ہیں کہ ایک ایسے شخص کی مدد اور حفاظت نہیں کر سکے، جس کی مدد اور حفاظت سب کے لیے ضروری تھی، اور جس کا خون بہانا حرام تھا۔ علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں:

”قسامت اور دیت کے وجوب کا سبب یہ ہے کہ جہاں مقتول پایا گیا وہاں کے لوگوں نے اس کی مدد اور حفاظت میں کوتاہی کی ہے، جبکہ اس شخص کی مدد اور حفاظت اہل محلہ پر واجب تھی، اور وہ اس کی حفاظت کرنے پر قدرت بھی رکھتے تھے۔ تو اب اس ذمہ داری اور واجب کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے اہل محلہ کوتاہی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اس کوتاہی پر ان کا مواخذہ کیا جائے گا تاکہ آئندہ اس قسم کی غفلت اور کوتاہی نہ ہو۔ جس شخص پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ قسامت اور دیت کا بھی زیادہ ذمہ دار ہے، کیونکہ اس کی کوتاہی بھی زیادہ ہے۔ مزید یہ کہ وہ جگہ کسی کی ملکیت اور قبضہ میں ہے اور وہ اس سے فائدہ اٹھا رہا ہے، اس لیے مدد کرنا بھی اس کی ذمہ داری ہے کیونکہ

☆ اتركوا قولي بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: ''الخراج بالضمان '' (فائدہ وہ اٹھائے جو تاوان دینے کا پابند ہو)۔

اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''لھا ماکسبت و علیھا مااکتسبت'' (البقرۃ:۲۸۶)

(اس نے جو اچھے کام کیے ان کا فائدہ بھی اسی کو ہوگا، اور جو برے کام کیے اس کا نقصان بھی اسی کو ہوگا)

اس لیے جب مقتول کسی کی مملوکہ یا زیر استعمال جگہ میں پایا جائے تو اس پر یہ الزام عائد ہوگا کہ اس نے اسے قتل کیا ہے۔ اب اس الزام کو دور کرنے اور دیت واجب کرنے کے لیے شریعت نے قسامت کا طریقہ اختیار کیا ہے۔ اس کے دلائل احادیث اور اجماع صحابہ سے مل جاتے ہیں۔(۱)

۱۔ البدائع الصنائع، ۷:۲۹۱

اپنے پیاروں کو عالم بناؤ............اپنا پیارا ملک بچاؤ

بغیر علم کے اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی............دنیاوی علم اللہ کی معرفت عطا نہیں کرتا

یہ دینی علم ہی کی شان ہے کہ وہ اللہ سے ملاتا ہے............دنیاوی علم محض وسیلہ روزگار ہے۔

علماء کی قدر کیجیے............عالم بنیے............جاہل رہنے پر قناعت مت کیجیے۔

تحریکِ فروغِ علم

نوعیت قتل اور دیت یا قصاص کا ثبوت

قتل خطا اور دیت:

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل خطا کی صورت میں دیت واجب ہے۔ وہ تمام فقہاء جو قسامت کے جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک قتل خطا میں دیت ہے۔

قتل عمد میں قصاص یا دیت:

۱) **احناف کا نقطۂ نظر:** احناف کے نزدیک قسامت میں بہر صورت دیت ہے، خواہ قتل خطا ہو یا قتل عمد۔ امام شافعی کا قول جدید بھی یہی ہے۔ حسن بصریؒ، امام شعبیؒ، امام نخعیؒ، عثمان البتیؒ اور حسن بن صالح کا نقطۂ نظر بھی یہی ہے۔

دلائل:

نقلی دلیل: دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو حدیث منقول ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں:

"اما ان تدوا صاحبکم، او تأذ نوابحرب" (یا تو تم اپنے اس ساتھی کو دیت ادا کرو یا اعلان جنگ کرو)۔ یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قتل عمد یا قتل خطا میں کسی قسم کا امتیاز یا فرق نہیں کیا بلکہ ملطقاً دیت واجب قرار دی ہے۔ اگر قصاص کے لیے قسامت کا طریقہ کار موزوں ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لازماً اس کا بھی ذکر فرماتے۔

عقلی دلیل: قسامت ایک کمزور دلیل ہے اور اس میں ایک نوع کا شبہ بھی ہے، کیونکہ حلف سے

☆ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے۔ ☆

غالب گمان تو ہوتا ہے لیکن یہ کوئی قطعی دلیل نہیں ہے۔ اس لیے احتیاط کا پہلو اسی میں ہے کہ شبہ یا کمزور دلیل کی بنا پر کسی کا خون نہ بہایا جائے۔

امام نوویؒ صحیح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ وہ تمہیں دیت ادا کریں اور اگر وہ ہمارے اس فیصلہ پر عمل درآمد کے لیے تیار نہیں ہیں تو اپنا معاہدہ توڑ کر اعلان جنگ کر رہے ہیں۔ یہ حدیث ان فقہاء کی دلیل ہے جن کا نقطۂ نظر یہ ہے کہ قسامت میں صرف دیت واجب ہے، قصاص نہیں۔''

اس تقسیم میں ہی حصر ہے کہ ''دیت ادا کرو یا اعلان جنگ ہے''۔ یعنی ان دو چیزوں ہی کا اختیار ہے لیکن تیسرا کوئی راستہ (Option) نہیں ہے۔

قصاص کے قائلین کا جواب:

وہ فقہاء جو قتل عمد میں قصاص کے قائل ہیں، وہ اس دلیل کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اس حدیث میں صرف دو چیزوں کا ذکر اس وجہ سے کیا گیا ہے کہ اس مقدمہ میں اولیاء مقتول نے قاتل کی تعیین کے بغیر ہی یہود پر قتل کا دعویٰ کیا تھا، ظاہر ہے کہ جب قاتل متعین نہ ہو تو قصاص ممکن نہیں ہے، بالفرض اگر اولیاء مقتول پچاس قسمیں اٹھاتے کہ یہود نے اسے قتل کیا ہے تو اس صورت میں ان پر دیت واجب ہوتی۔ اور اگر اولیاء مقتول کسی متعین شخص کے بارے میں قسم کھائیں کہ وہ قاتل ہے تو اس پر قصاص واجب ہوتا۔ اس طرح ان روایات میں تطبیق ممکن ہے جن میں بظاہر تعارض نظر آتا ہے۔

احناف اور دیگر فقہاء کے موقف کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ سرخسیؒ فرماتے ہیں:

''ان احادیث اور آثار صحابہ سے ثابت ہوتا ہے کہ جس محلہ سے مقتول کی لاش برآمد ہوئی ہو وہاں کے لوگوں سے حلف لیا جائے گا، کیونکہ ظاہر بات یہی ہے کہ ان میں سے کسی نے قتل کیا ہوگا۔ ایسا کم ہی ہوتا ہے کہ کسی اور محلہ سے آ کر کوئی شخص کسی اجنبی کو قتل کر دے بلکہ قاتل اہل محلہ کی مدد سے قتل کر سکتا ہے تو گویا وہ عاقلہ (مددگار برادری) ہیں، تو اس قسم کے حالات میں شریعت نے

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا۔

ایک مقتول کے خون کو رائیگاں ہونے سے بچانے کے لیے دیت واجب کی ہے۔ قسامت کا یہ طریقہ اس لیے بھی واجب کیا ہے تاکہ اس طریقہ کار کو اختیار کرنے سے قاتل کی نشان دہی ہو جائے اور بے گناہ نہ پکڑے جائیں، یہی وجہ ہے کہ اہل محلہ کو قسمیں اس طرح دلائی جاتی ہیں کہ: بخدا ہم نے نہ تو اسے قتل کیا ہے اور نہ ہی ہمیں قاتل کا علم ہے۔ مزید یہ کہ اہل محلہ کا یہ فرض ہے کہ وہ اس قسم کے واقعات سے اپنے محلہ کو بچائیں اور اس کی حفاظت کا اہتمام کریں۔ اگر اس قسم کا کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے تو اس سے اہل محلہ کی کوتاہی اور غفلت کا پتہ چلتا ہے۔ اس لیے شریعت نے اہل محلہ پر دیت اور قسامت واجب کی ہے۔

علامہ سرخسیؒ امام مالک کا نقطۂ نظر اور امام شافعی کا قول قدیم نقل کرتے ہیں کہ ان ائمہ کے نزدیک قتل عمد میں قصاص ہے۔ البتہ امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ قتل عمد میں دیت ہے کیونکہ قصاص شبہ پیدا ہونے سے ساقط ہو جاتا ہے۔

اس کے بعد علامہ سرخسیؒ احناف کے دلائل ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے پاس اس کے (یعنی قتل عمد وخطا دونوں میں صرف دیت ہے) دلائل وہ مشہور احادیث اور آثار ہیں جنہیں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔ مزید یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

"لو یعطی الناس بدعواهم لادعی ناس دماء رجال و اموالهم ولکن الیمین علی المدعی علیه"

(اگر لوگوں کو محض ان کے دعوؤں کی بنیاد پر دیا جانے لگے تو لوگ دوسروں کے سارے جان ومال ہی کا دعویٰ کر دیں، اس لیے مدعی علیہ پر قسم ہے۔

ہم نے کتاب الدعوی میں یہ بات بھی ذکر کی ہے کہ حلف یا یمین مال کے استحقاق کے لیے بھی کوئی صحیح اور کامل دلیل نہیں ہے تو قصاص کے استحقاق کی کس طرح دلیل ہو سکتی ہے بالخصوص جبکہ یہ یقینی امر ہے قسم اٹھانے والا بھی محض قرائن (لوث) کی بنیاد پر اندازاً قسم اٹھاتا ہے اور اس

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الاقضیہ

نے وہ واقعہ آنکھوں سے نہیں دیکھا ہوتا ہے۔

قسم کے مشروع ہونے کی وجہ یہ اصول ''ابقاء ماکان علی ماکان ''(جو حالت پہلے تھی اسی پر باقی رکھا جائے گا (جب تک کہ اس کے خلاف ثبوت نہ مل جائے) ہے۔ اس لیے قسم سے کسی چیز کا استحقاق ثابت نہیں ہوتا۔

اس حدیث ''اتحلفون و تستحقون دم صاحبکم ''(کیا تم قسم اٹھا کر قاتل کے قصاص کے حق دار بننا چاہتے ہو) میں ''وتستحقون دم صاحبکم '' کا اضافہ درست معلوم نہیں ہوتا کیونکہ محدثین کا ایک گروہ کہتا ہے کہ یہاں سہل ابن ابی حثمہ کو وہم ہوا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ الفاظ نہیں فرمائے ہیں۔ بالفرض حدیث میں یہ اضافہ درست بھی ہو تو یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حکم نہیں ہے بلکہ ''علی سبیل الانکار '' ہے یعنی تم قسم اٹھا کر قصاص کے حقدار نہیں بن سکتے۔ (۱)

قصاص کے قائلین:

ب) امام احمد اور امام مالک کا نقطۂ نظر:

امام احمدؒ، امام مالکؒ، جمہور علماء حجاز، امام زہری، ربیعہؒ، لیثؒ، اوزاعیؒ، اسحاقؒ، ابوثورؒ اور داؤدؒ کا موقف یہ ہے کہ قسامت میں قتل عمد کی صورت میں قصاص ہے دیت نہیں ہے۔ متعدد صحابہ سے بھی یہی بات منقول ہے اور امام شافعی کا قولِ قدیم بھی یہی ہے۔

دلائل:

خیبر میں عبداللہ بن سہل انصاری کے قتل کے بارے میں سہل ابن ابی حثمہ کی جو روایات منقول ہیں، وہ مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کی گئیں ہیں:

۱۔ حماد ابن زید یحیٰی ابن سعید انصاری کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

۱۔ المبسوط، ۲۵: ۱۰۸، ۱۰۹

امام محمد بن ادریس شافعی فرماتے ہیں: فقہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان امام محمد بن حسن کا ہے۔

"یقسم خمسون منکم علی رجل منهم فیدفع برمته، قالوا امر لم نشهده، کیف نحلف"

(تمہارے پچاس آدمی ان کے ایک شخص کے خلاف قسمیں کھائیں، تاکہ وہ اپنی گردن کی رسی دے۔ تو انہوں نے کہا کہ جس چیز کو ہم نے دیکھا نہیں ہے، اس کے بارے میں ہم کیسے قسمیں کھا سکتے ہیں)۔ یہاں "رمۃ" سے مراد وہ رسی ہے جو قاتل کی گردن میں قصاص کے لیے ڈالی جاتی ہے۔ یہ لفظ اس کے علاوہ کسی اور مفہوم میں استعمال کرنا درست نہیں ہوگا۔

۲۔ دوسری حدیث کے الفاظ یہ ہیں: "اتحلفون و تستحقون دم صاحبکم" (کیا تم قسم اٹھا کر قاتل کے خون کے حقدار ٹھہرو گے)۔ لفظ صاحب سے مراد قاتل ہے۔ قصاص کے بارے میں یہ حدیث بالکل واضح ہے۔

۳۔ سنن ابی داؤد میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو نصر بن مالک کے ایک شخص سے قسامت میں قصاص لینے کا حکم دیا تھا لیکن مشہور محدث امام منذریؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں دو راوی ساقط ہیں، اس لیے یہ الگ سے کوئی دلیل نہیں بن سکتی۔

عالم کی فضیلت

فضل العالمِ علی العابد کفضل القمر علی سائر الکواکب

(سنن ابو داود و ترمذی)

ایک عالم کو ایک عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ چاند کو دوسرے تمام ستاروں پر (حدث شریف)

حرمت تکفیر مسلم نمبر کی دوبارہ طباعت

خصوصی شمارہ حرمت تکفیر مسلم نمبر کی بڑھتی ہوئی طلب کے پیش نظر خصوصی شمارہ دوبارہ طبع کیا جارہا ہے۔

☆ امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے۔ ☆